اِسلام کا تصوّرِ تعلیم

جناب پروفیسر سید محمد سلیم صاحب

مغرب کی لادینی اور مادّی تہذیب کے اثرات ہمارے مسلمان معاشرے پر بھی پڑے ہیں۔ مادّی تہذیب میں تعلیم کا مفہوم مختلف علوم و فنون کی معلومات حاصل کرنا ہے۔ امتحان پاس کر کے سندات حاصل کرنا ہے۔ تاکہ کوئی اچھی نوکری، اچھا کاروبار اور عمدہ روزگار مل سکے۔ جس کے بعد عیش و آرام سے زندگی گزرے۔ تعلیم دُنیوی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کا ایک زینہ ہے۔ کامیابی کا مفہوم ان کے یہاں مادّی آرام و آسائش اور سہولت سے زیادہ نہیں ہے۔ ان کے یہاں زندگی کا تصوّر بھی خالص مادّی ہے۔ ان کے نزدیک موت کے بعد زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

اسلام کے نزدیک تعلیم کا تصوّر مغربی تصوّر سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ دونوں طرف زندگی کا مفہوم یکسر مختلف ہے۔ انسان اصلاً رُوحانی مخلوق ہے۔ مادّی جسم اس کو اس لیے ملا ہے کہ رُوح اپنی کارکردگی کا اظہار کر سکے۔ انسان دُنیا میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ ساری مخلوقات کے مقابلے میں انسان کو علم اور اختیار کی قوتوں سے نوازا گیا ہے۔ اپنی ساری مخلوقات پر اقتدار بخشا ہے۔ کارِ خلافت انجام دینے کے لیے انسان کو ذہنی اور جسمانی بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے علم و اختیار سے اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار بندہ بن کر رہے۔ اپنی تمام صلاحیتوں کو خداوند تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں صرف کرے۔ صلاحیتوں اور قوتوں کو تعمیری کاموں میں صرف کرے۔ پُرامن معاشرہ، اخلاق و عدل و انصاف پر مشتمل ایک تہذیب اور ایک حق پرستانہ تمدن کو فروغ دے۔

دُنیا انسان کے لیے ایک میدانِ عمل ہے۔ صلاحیتوں کے اظہار کی جگہ ہے۔ دُنیا انسان کے لیے ایک چیلنج بھی ہے کہ آیا اپنی صلاحیتوں کو وہ تعمیری کاموں میں اطاعتِ خداوندی میں صرف کرتا ہے اور دُنیا میں امن و سکون سے بہرہ ور ہوتا ہے یا وہ اپنی صلاحیتوں کو نفس پرستی و خودغرضی میں اور خداوند تعالیٰ کی نافرمانی میں صرف کرتا ہے۔ دُنیا کو ظلم و جور سے بھر دیتا ہے۔ اپنی دُنیا بھی خراب کرلیتا ہے اور اپنی عاقبت بھی بگاڑ لیتا ہے۔

اسلام کے نزدیک تعلیم انسان کی ناگزیر ضرورت ہے۔ جس طرح کھانا پینا ضرورت ہے۔ تعلیم انسان کو حیوانیت کے درجے سے بلند کر کے انسانیت کی سطح پر لے آتی ہے۔ شرفِ انسانیت سے ہمکنار کرتی ہے۔ اخلاقی اور روحانی اقدارِ حیات سے آشنا کرتی ہے۔ یہ ایسی تعلیم ہے جو اس دُنیا میں انسان کی حیثیت متعین کرتی ہے کہ وہ نرا حیوان نہیں ہے بلکہ اشرف المخلوقات ہے خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ زندگی گزارنا نہ تو مجبوری ہے نہ عیاشی ہے، بلکہ امتحان ہے، آزمائش ہے۔ اس امتحان کا نتیجہ دوسری دُنیا میں، مرنے کے بعد، آخرت میں سُنایا جائے گا۔ پھر یا ہمیشہ کی کامیابی جنت یا ہمیشہ کی ناکامی دوزخ۔ اِس تصور کے تحت اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور عیش و آرام کا موقع بھی آخرت کی زندگی میں ہے۔ دُنیا کی زندگی تیاری کی زندگی ہے۔ آزمائش اور امتحان کی زندگی ہے۔ اسلامی نظامِ تعلیم میں انسان کو زندگی مفہوم اور مطلب بتایا جاتا ہے۔ اعلیٰ اور ارفع مقصد — آخرت میں کامیابی! اور اسی کے نقطۂ نظر سے تیاری کے طور طریقے سکھائے جاتے ہیں۔

زندگی کا یہ تصور اور تعلیم کا یہ تصور انسانی عقل کی پرواز سے ماورا ہے۔ انسان کی خوگرِ محسوس عقل کی اڑان اتنی بلندی پر نہیں جاسکتی۔ چنانچہ خالقِ کائنات اور خالقِ انسان خداوندِ کریم کی کرم نوازی نے یہ تعلیم دی ہے۔ یہ وحی الٰہی کا عطیہ ہے۔ یہ نیابتِ الٰہی ہے جو انبیاے کرام کے توسط سے انسانوں کو ملی ہے۔ جس کو اور قومیں تو گم کر بیٹھیں، لیکن مسلمان کے پاس ہدایتِ الٰہی مکمل شکل میں محفوظ ہے۔ یہ قرآنِ مجید ہے۔ ہدایتِ الٰہی کا مکمل اور آخری نسخہ۔

قرآنِ مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی تعلیم کو ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔ یہ تعلیم فرضِ عین ہے۔ ہر فرد کے لیے ضروری ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ مقصود بالذات

ہے۔ دوسرے کسی مقصدِ دُنیا کا ذریعہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

— ”ان سے پوچھو، علم والے اور بے علم، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ — (زمر-۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

— ہر مسلمان مرد ہو، عورت ہو، آزاد ہو یا غلام، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فریضہ عاید ہوتا ہے کہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ قرآن جانے اور کچھ دینی مسائل سمجھے۔ (تفسیر قرطبی، جلد ۳ ص ۱۲۱)۔

تعلیم و تربیت اسلام کے نزدیک کوئی کاروبار یا کوئی پیشہ نہیں ہے، بلکہ کارِ عبادت ہے۔ تعلیم و تدریس میں مشغول استاد اور شاگرد دونوں گویا کارِ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں اور اجر و ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں:

— طالب علم کی خوشنودی کے لیے اللہ کے فرشتے راہ چلتے وقت طالب علم کے سامنے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں۔ (ابوداؤد)

— خیر کی تعلیم دینے والے استاد کے حق میں ہر چیز مغفرت کی دُعا کرتی ہے۔ (ترمذی)

— اُستاد اور شاگرد اجر میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

اِن احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی تصورِ حیات کے مطابق ہر ایک مسلمان کے لیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تعلیم سے بہرہ ور ہونا ضروری ہے۔ پہلے مرحلے میں یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو علم کے زیور سے آراستہ کریں۔ حضورؐ نے فرمایا ہے:

— والدین کا بہترین عطیہ اولاد کی صحیح تربیت کرنا ہے۔ (ترمذی)

— بیٹے کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کا اچھا سا نام رکھے، لکھنا پڑھنا سکھائے اور بالغ ہونے کے بعد اس کی شادی کرے۔ (جامع الصغیر)

— جب بچے سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو اُن کو نماز کا حکم دو۔ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو (نہ پڑھنے پر) اِن کی فہمائش کرو اور جُدا جُدا بستروں پر سلاؤ۔ (مسند ابن حنبل)

— جو والد اپنے لڑکے کو قرآنِ مجید کی تعلیم دلاتا ہے، قیامت کے روز جنت میں اس کو تاج پہنایا جائے گا۔

والدین کے بعد یہ ذمہ داری اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرے پر عاید ہوتی ہے کہ وہ مُلک میں اسلامی تعلیم کے حصول کا انتظام کریں۔ مُلک میں مکاتب اور مدارس کا نظام اتنی وسعت کے ساتھ رائج کریں کہ کوئی مسلمان دینی تعلیم حاصل کرنے سے محروم نہ رہے۔ اگر کہیں یہ سہولتیں حاصل نہیں ہیں تو وہاں کا مسلمان معاشرہ اور اسلامی حکومت دونوں قابلِ مواخذہ ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے یہاں اُن کی گرفت ہوگی۔

اُوپر کے بیان سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اسلام کے نزدیک تعلیم کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس کے کئی اجزا ہیں، مثلاً:

۱۔ تدریس: کتاب پڑھانا۔ علم سکھانا۔

۲۔ تربیت: گفتار، کردار اور اطوار کو علم کے متعلق استوار کرنا، سانچے میں ڈھالنا۔

۳۔ تادیب: آداب زندگی اور اقدار حیات سکھانا۔ نافرمانی پر سرزنش کرنا۔

۴۔ تدریب: علوم وفنون میں مشق ومہارت حاصل کرنا۔

۵۔ تلقین: وعظ ونصیحت سے اخلاقی تعلیم دینا۔

۶۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر: نیکیوں کو پھیلانا اور برائیوں کو روکنا۔

ایک مسلمان ساری زندگی میں معلّم بھی ہوتا ہے اور متعلّم بھی ہوتا ہے۔ سیکھتا بھی رہتا ہے اور سکھاتا بھی رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

۔ گہوارہ سے لے کر گور تک علم کی تحصیل کرتے رہو۔

سیکھنے اور سکھانے کا صرف ایک ہی طریقہ نہیں ہے کہ اُستاد شاگرد کو کتاب پڑھائے، بلکہ کتاب پڑھانا، اخلاق سنوارنا، اخلاقِ حسنہ سے آراستہ کرنا، اور اخلاقِ مذمومہ سے محترز رکھنا، گفتار، کردار اور رفتار کے آداب سکھانا۔ فنون میں مہارت پیدا کرنا۔ عوام کو وعظ و نصیحت کرنا، برائیوں اور غلط کاریوں کا سدباب کرنا، اور اس کی جگہ نیکیوں اور بھلائیوں کو فروغ دینا، سب تعلیم کے اندر آتے ہیں۔ درحقیقت اسلام کے نزدیک تعلیم کے وسیع تر تصوّر کے تحت سارا مسلمان معاشرہ ایک درس گاہ ہے جس میں ہر شخص معلّم بھی ہے اور متعلّم بھی ہے۔ چلتے پھرتے

اُٹھتے بیٹھتے بزرگ تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ، ٹی وی، ریڈیو، اخبارات، رسالے، اشتہارات، سیمینار، سب تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ وعظ، تقریر، جلسہ یہ سب تعلیم ہے۔ غرضیکہ ساری زندگی انسان تعلیم دیتا بھی ہے اور تعلیم لیتا بھی ہے۔ سیکھتا بھی ہے اور سکھاتا بھی ہے۔ یہ تعلیم زبان سے بھی ہے اور عمل سے بھی ہے، نظر سے بھی ہے، دیکھنے سے بھی ہے اور سننے سے بھی ہے۔ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس وسیع تر دائرہ تعلیم میں، اس ہمہ وقت اور ہمہ جہت تعلیم گاہ میں، معاشرہ میں ایک ایک شخص استاد ہے اور ایک ایک شخص شاگرد ہے، اور اس استاد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

— خیر کی تعلیم دینے والے استاد کے حق میں دُنیا کی ہر چیز مغفرت کی دُعا کرتی ہے — (ترمذی)

یہاں "خیر کی تعلیم دینے والے" الفاظ اہمیت کے قابل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ہمہ جہتی اور ہمہ وقتی درس گاہ میں چند لوگ خیر کی تعلیم دینے والے ہیں اور چند دوسرے لوگ شر کی تعلیم دینے والے ہیں۔ اب صرف مغفرت کی دُعا اُن کے حق میں کی جاتی ہے جو خیر کی تعلیم دے رہے ہیں۔ جو شر کی تعلیم دے رہے ہیں، ان کے حق میں مغفرت کی دُعا نہیں کی جا رہی ہے۔ اُن کا تو سخت محاسبہ ہوگا۔ ان کو سخت ترین سزا دی جانے والی ہے۔ وہ فسادِ معاشرہ پیدا کر رہے ہیں، جو بُرائی، بداخلاقی اور بے حیائی کو فروغ دے رہے ہیں۔

اِس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کا تصورِ تعلیم بہت وسعت رکھتا ہے۔